بسم اللہ الرحمن الرحیم
فون نمبر ۴
رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
روزنامہ
الفضل ربوہ
یوم سہ شنبہ
The Daily
ALFAZL
RABWAH
ایڈیٹر روشن دین تنویر
قیمت فی پرچہ ۱۲ پیسے
جلد ۵۵/۲۰ | ۲۲ امان ۱۳۴۵ ہش | ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ | ۲۲ مارچ ۱۹۶۶ء | نمبر ۶۷

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یاد رکھو اِس دین کی جڑ تقویٰ اور نیک بختی ہے

جب تک تقوےٰ نہ ہو روح القدس سے تائید نہیں ملے گی

"پاک مذہب وہی ہے جو قرآن کا معیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اگرچہ انسان بظاہر گھبراتا ہے کہ پاک مذہب کو میں کس طرح پاؤں۔ مگر یاد رکھو کہ جوئندہ یابندہ۔ صبر اور تقوےٰ ہاتھ سے نہ دے ورنہ خدا تعالےٰ غنی ہے اس کو کسی کی کیا پروا ہے۔ پس انسان خدا کے سامنے خاکسار رہنے تو اس پر لطف و احسان کرتا اور اس کی آنکھیں کھول دیتا ہے۔ توبہ، دعا، استغفار کرے اور کبھی نہ گھبراوے۔ ہر ایک شخص بیمار ہے اور کبھی صحت نہیں پا سکتا جب تک خدا کو نہ دیکھ لے۔ پس ہر وقت اداس اور دل برداشتہ رہے اور تمام تعلقات کو توڑ کر خدا سے تعلق پیدا کرے۔ ورنہ اس وقت تک جب تک کہ خدا اسے نہیں ملا یہ گندہ اور نجس ہے۔

خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ خدا پر یقین بڑی دولت ہے پس اندھا وہی ہے جس کو اسی دنیا میں خدا پر پورا یقین حاصل نہیں ہوا۔ پس جب اس کا حسن، جمال، جلال اس پر ظاہر ہو گا تو خدا کی تجلّی ہوگی اور پھر یہ دیکھ کر ممکن نہیں کہ گناہ کی طرف انسان رجوع کر سکے۔ پس گناہ بھی تبھی کرتا ہے جب اس کو خدا پر شک پڑ جاتا ہے۔ پس جو شخص نفس کا خیر خواہ ہے اس کو تو خدا پر یقین ہونا چاہیئے۔ مسیح کے زمانہ میں تو گناہ کی کمی تھی مگر کفارہ نے دنیا کو گناہ سے پُر کر دیا [redacted]

انسان اپنی کوشش سے کچھ نہیں کر سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم سب اندھے ہو مگر جس کو خدا آنکھیں دے، تم سب بہرے ہو مگر جس کو خدا کان دے وغیرہ وغیرہ۔ پس جب انسان کو خدا ہدایت دینے لگتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کر دیتا ہے۔ پس جب تک دل کا واعظ نہ ہو تسلی نہیں ہو سکتی۔ پس دینی امور میں جب تک تقوےٰ نہ ہو، روح القدس سے تائید نہیں ملے گی وہ شخص ضرور ٹھوکر کھا کر گرے گا۔

اس دین کی جڑ تقوےٰ اور نیک بختی ہے اور یہ ممکن نہیں جب تک خدا پر یقین نہ ہو اور یقین سوائے خدا کے اور اسے ملتا نہیں۔ اسی لئے فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ پس انسان دنیا کو چھوڑ کر اپنی زندگی پر نظر ڈالے اور اپنی حالت پر رحم کرے کہ میں نے دنیا میں کیا بنایا۔ سوچے اور ظاہری الفاظ کی پیروی نہ کرے اور دعا میں مشغول رہے تو امید ہے کہ خدا اس کو اپنی راہ دکھا دے گا۔ نیک دل لیکر خدا کے سامنے کھڑا ہو اور رو رو کر دعائیں مانگے۔ تضرع اور عاجزی کرے تب ہدایت پاوے گا۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۹۴، ۴۲۸)

اخبارِ احمدیہ

— ربوہ ۲۱ مارچ۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج صبح کی اطلاع مظہر ہے کہ طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ

— ربوہ ۲۱ مارچ۔ محترم خدا بخش صاحب المعروف مومن جی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں گزشتہ ہفتہ عشرہ سے بعارضہ بخار و کھانسی بیمار ہیں۔ دو تین دن سے طبیعت زیادہ ناساز ہو گئی ہے۔ ضعف بہت زیادہ ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنے فضل سے صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

— ربوہ ۲۰ مارچ۔ آج بعد نماز عصر سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے چوہدری منور احمد صاحب (مسقط) ابن مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن کا نکاح ثریا نسرین صاحبہ بنت مکرم چوہدری عبد المجید صاحب دار الرحمت شرقی ربوہ سے چار ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ اور ایک مختصر خطبہ ارشاد فرمایا۔ دعا ہے کہ اللہ اس رشتہ کو جانبین اور سلسلہ کے لئے بابرکت اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔ آمین

تعمیر ہال مجلس خدام الاحمدیہ

— محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ

خاکسار نے سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اجازت اور خوشنودی کے ساتھ تعمیر ہال کے ضمن میں ۳۱۳ روپے کی ایک تحریک احباب جماعت کی خدمت میں پیش کی تھی۔ خدا تعالےٰ کے فضل سے توقع سے زیادہ احباب نے اس تحریک میں وعدہ لکھوایا۔ لیکن وصولی کی رفتار تسلی بخش نہیں۔ جس کی وجہ سے اب تعمیر کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے اس لئے خاکسار تمام بھائیوں کی خدمت میں جنہوں نے ۳۱۳ روپے کا وعدہ کیا ہے درخواست کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اپنا وعدہ پورا کرنے کی طرف توجہ دیں۔ نیز دوسرے مخیّر احباب سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ تعمیر ہال میں ہماری مدد فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

جن احباب نے جلسہ کے موقعہ پر یہ ہال دیکھا ہے ضرور اس بات کو سمجھ گئے ہوں گے کہ ربوہ میں اس قسم کے ہال کی ضرورت تھی۔ پس سب احباب کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق مدد فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

مسعود احمد پرنٹر پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل دار الرحمت غربی ربوہ سے شائع کیا۔

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۲۲ مارچ سنہ ۶۶ء

ہستی باری تعالیٰ پر یقینی شہادت

(۲)

آپ نے اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی کے مقدمہ میں اس امر کی وضاحت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں یہ ملکہ رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کی سمجھ میں یہ بات ہی نہ آسکتی کہ اللہ تعالیٰ سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین ہمکلام ہوتے رہے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ چونکہ انسان اس مطلب کے لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو شناخت کرے۔ اور اس کی ذات اور صفات پر ایمان لانے کے لئے یقین کے درجہ تک پہنچ سکے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے انسانی دماغ کی بناوٹ کچھ ایسی رکھی ہے کہ ایک طرف تو معقولی طور پر ایسی قوتیں اس کو عطا کی گئی ہیں جن کے ذریعہ انسان مصنوعات باری تعالیٰ پر نظر کرکے اور ذرہ ذرہ عالم میں جو جو حکمت کاملہ حضرت باری عزّ اسمہٗ کے نقوش لطیفہ موجود ہیں اور جو کچھ ترکیب ابلغ اور محکم نظام عالم میں پائی جاتی ہے۔ اس کی تہ تک پہنچ کر پوری بصیرت سے اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ زمین و آسمان کا بغیر صانع کے خود بخود موجود نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی صانع ہو۔ اور پھر دوسری طرف روحانی حواس اور روحانی قوتیں بھی اس کو عطا کی گئی ہیں تا وہ قصور اور کمی جو خدا تعالیٰ کی معرفت میں معقولی قوتوں سے رہ جاتی ہے روحانی قوتیں اس کو پورا کر دیں۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ محض معقولی قوتوں کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی شناخت کامل طور پر نہیں ہو سکتی۔ وجہ یہ کہ معقولی قوتیں جو انسان کو دی گئی ہیں ان کا تو صرف اس حد تک کام ہے کہ زمین و آسمان کے فرد فرد یا ان کی ترتیب محکم اور ابلغ پر نظر کرکے یہ حکم دیں کہ اس عالم جامع الحقائق اور پُر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہئے تو ان کا کام نہیں ہے۔ کہ یہ حکم بھی دیں کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود بھی ہے لیکن ظاہر ہے کہ بغیر اس کے کہ انسان کی معرفت اس حد تک پہنچ جائے کہ درحقیقت وہ صانع موجود ہے۔ صرف ضرورت صانع کو محسوس کرنا کامل معرفت نہیں کہلا سکتی۔ کیونکہ یہ قول کہ ان مصنوعات کا کوئی صانع ہونا چاہئے قول سے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا کہ وہ صانع جس کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے فی الحقیقت موجود بھی ہے۔ لہٰذا حق کے طالبوں کو اپنا سلوک تمام کرنے کے لئے اور اس فطرتی تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے جو معرفت کاملہ کے لئے ان کی طبائع میں مرکوز ہے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ علاوہ معقولی قوتوں کے روحانی قوتیں بھی ان کو عطا ہوں تا اگر ان روحانی قوتوں سے پورے طور پر کام لیا جاوے اور درمیان میں کوئی حجاب نہ ہو۔ تو اس محبوب حقیقی کا چہرہ ایسے صاف طور پر دکھلا سکیں۔ جس طور سے صرف عقلی قوتیں اس چہرہ کو دکھلا نہیں سکتیں۔ پس وہ خدا جو کریم و رحیم ہے جیسا کہ اس نے انسانی فطرت کو اپنی کامل معرفت کی بھوک پیاس لگا دی ہے ایسا ہی اس نے اس معرفت کاملہ تک پہنچانے کے لئے انسانی فطرت کو دو قسم کے قوے عنایت فرمائے ہیں۔ ایک معقولی قوتیں جن کا منبع دماغ ہے۔ اور ایک روحانی قوتیں جن کا منبع دل ہے اور جن کی صفائی دل کی صفائی پر موقوف ہے۔ اور جن باتوں کو معقولی قوتیں کامل طور پر دریافت نہیں کر سکتیں۔ روحانی قوتیں ان کی حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور روحانی قوتیں صرف انفعالی طاقت اپنے اندر رکھتی ہیں یعنی ایسی صفائی پیدا کرنا کہ مبدء فیض کے فیوض ان میں منعکس ہو سکیں۔ سو ان کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ حصول فیض کے لئے مستعد ہوں اور حجاب اور روک درمیان میں نہ ہو تا خدا تعالیٰ سے معرفت کاملہ کا فیض پا سکیں اور صرف اس حد تک ان کی شناخت محدود نہ ہو کہ اس عالم پُر حکمت کا کوئی صانع ہونا چاہئے بلکہ اس صانع سے شرف مکالمہ مخاطبہ کامل طور پر پا کر اور بلا واسطہ اس کے بزرگ نشان دیکھ کر اس کا چہرہ دیکھ لیں۔ اور یقین کی آنکھ سے مشاہدہ کر لیں۔ کہ فی الحقیقت وہ صانع موجود ہے۔ لیکن چونکہ اکثر انسانی فطرتیں حجاب سے خالی نہیں اور دنیا کی محبت اور دنیا کے لالچ اور تکبر اور نخوت اور عجب اور ریاکاری اور نفس پرستی اور دوسرے اخلاقی رذائل اور حقوق اللہ اور حقوق عباد کی بجا آوری میں عمداً قصور اور تساہل اور شرائط صدق و ثبات اور دقائق محبت اور وفا سے عمداً انحراف اور خدا تعالیٰ سے عمداً قطع تعلق اکثر طبائع میں پایا جاتا ہے اس لئے وہ طبیعتیں باعث طرح طرح کے حجابوں اور پردوں اور روکوں کے اور نفسانی خواہشوں اور شہوات کے اس لائق نہیں کہ قابل قدر فیضان مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا ان پر نازل ہو جس میں قبولیت کے انوار کا کوئی حصہ ہو۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۵ تا ۷)

اپنے وجود کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذہنی اور قلبی دونوں قسم کے دلائل بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ عقل کو اپیل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کارخانہ کائنات کی کلتوں پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ اس پُر حکمت کارخانہ پر غور کرنے سے انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا بنانے والا اور چلانے والا کوئی وجود موجود ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ حقیقی فلاح اور منزل مقصود کو حاصل کرنے کے لئے اتنا ایمان کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہستی باری تعالیٰ پر حق الیقین کے بغیر یہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اس نے تجرباتی اور مشاہداتی دلیل بھی پیش کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر جو فرمایا ہے تو اس سے یہی غرض ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے والوں کی تاریخی شہادت پیش کی جائے پھر صحابہ کرامؓ کے سامنے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حاضر شہادت پیش کی ہے۔ اور آپ کو ایسے نشانات دیتے ہیں۔ جن سے آپ کے ذریعہ ہستی باری تعالیٰ پر دلیل قائم ہوتی ہے۔ اور پھر یہ بھی بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی شناخت کا مادہ ہر انسان میں موجود ہے تاکہ وہ نبوت کی حقیقت کو سمجھ سکے اور خود اللہ تعالیٰ کے وجود پر حق الیقین پیدا کر سکے

اس طرح پر محکم ایمان پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ رسالت پر ایمان لایا جائے اور رسالت پر ایمان لانے کے لئے ضروری تھا کہ انسان کے اندر خدا شناسی کا ملکہ موجود ہوتا۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے ثبوت کے لئے بھی اسی طرح کا ایک روحانی سلسلہ قائم ہوا ہے۔ جس طرح مادی اشیاء کے وجود پر یقین محکم پیدا کرنے کے لئے اس نے ظاہری حواس کا سلسلہ قائم کیا ہوا ہے۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے وجود کے ثبوت کے لئے تجرباتی اور مشاہداتی شہادت کے تین مقامات ہیں۔ اول گزشتہ انبیاء علیہم السلام گزشتہ صوفیاء رحمۃ اللہ کی تاریخی شہادت دوسرے زمانہ موجودہ کے ملہم کی شہادت جو نشانات کے ذریعہ دی۔ مثلاً پیشگوئیاں رویائے صادقہ۔ کشوف اور قبولیت دعا تیسرے ہر انسان میں اس کا ملکہ موجود ہونا۔

آج صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو علی وجہ البصیرت یہ ایمان رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو گزشتہ زمانوں میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین سے ہمکلام ہوتا رہا ہے۔ آج بھی وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کے خلفاء سے ہمکلام ہوا ہے یہی نہیں بلکہ آپ کی صحبت اور تعلیم و تربیت سے بہت سے جماعت کے افراد ہیں جو رویائے صادقہ۔ کشوف اور قبولیت دعا کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر تجرباتی اور مشاہداتی ذاتی شہادت رکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ واقعی موجود ہے اور زندہ شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔ اسلام کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نبی ہے۔ اور اسلام کی کتاب القرآن زندہ کتاب ہے؛

ردّ الوہیتِ مسیح

(محترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ)

محترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ نے مورخہ ۱۱ مارچ ۶۶ء کو مسجد مبارک ربوہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیرِ صدارت منعقدہ علمی مجلس میں جو تقریر فرمائی تھی اس کا مکمل متن افادۂ احباب کیلئے درج ذیل کیا جاتا ہے:-

حسبِ ارشاد، آج کی مجلس میں مَیں آپ کے سامنے ردّ الوہیتِ مسیح کے ثبوت میں ان دلائل میں سے ایک دلیل پیش کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنگِ مقدس میں بیان فرمائے ہیں۔

تمہید کے طور پر یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح اور غلط۔ سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے کے لئے جہاں اور ذرائع عطا فرمائے ہیں وہاں ایک بہت بڑا ذریعہ نورِ عقل کا بھی عطا فرمایا ہے۔ اسی ملکہ کے ذریعہ ہم دنیا کی اکثر باتوں کی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں۔ بعض باتیں عقل کی پرکھ کے بعد درست معلوم ہوتی ہیں جو قبول کر لی جاتی ہیں اور بعض باتیں غلط ثابت ہوتی ہیں جو رد کر دی جاتی ہیں اور ایک حصہ ایسا بھی ہے کہ جن کے بارے میں عقل یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ درست ہوں اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط ہوں لیکن چونکہ یہ میری پہنچ اور ادراک سے بلند ہیں اس لئے مَیں ان کے بارے میں فیصلہ کرنے کے قابل نہیں۔ ایسے امور کی صحیح کیفیت جاننے کے لئے ہمیں عقل سے بالا اور بلند کوئی اَور ذریعہ درکار ہوتا ہے۔

جو باتیں عقل کے خلاف ہوں ان میں سے اگر کوئی آپ سے منوانا چاہے تو آپ فوراً اسے کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ یہ عقل کے خلاف ہے اس لئے مَیں اسے قبول نہیں کر سکتا۔ مثلاً آپ کا ایک دوست ہو جسے بچپن سے آپ دیکھتے آئے ہوں وہ آپ کے ساتھ پل کر جوان ہوا۔ سکول اور کالج میں آپ نے اکٹھے تعلیم حاصل کی اور بیسیوں سال سے دن رات آپ کا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو اور کوئی شخص آپ سے آکر کہے کہ یہ تمہارا دوست دراصل انسان نہیں ہے بلکہ فرشتہ یا جنّ ہے یا وہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی جانور ہے تو آپ فوراً اس کی عقل پر شبہ کرنے لگیں گے۔ وہ ہزار کہے کہ دیکھو دنیا میں بہت سی باتیں عقل سے بالا ہوتی ہیں تم اس بات کو بھی عقل سے بالا سمجھ کر قبول کر لو تو آپ پھر بھی کبھی نہیں مانیں گے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ ان امور میں سے نہیں جو عقل کے دائرہ سے باہر ہوں اور عقل ان تک اپنا ادراک نہ رکھتی ہو بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کو عقل رد کرتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ دو جمع دو پانچ ہوتے ہیں اور دلیل یہ دے کہ یہ عقل سے بالا بات ہے اس لئے تم مان لو تو آپ ہرگز اس بات کو قبول نہیں کریں گے کیونکہ آپ کا نورِ عقل اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ بات عقل کی پرکھ میں آکر ردّ کی جا چکی ہے۔

یہی حال مذہبیات میں ہے۔ تمام مذاہب کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو نورِ عقل کا خالق ہے اس لئے یہ تو ہو سکتا ہے کہ بعض روحانی امور عقل سے بالا ہوں کیونکہ عقل ایک محدود دائرہ رکھتی ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ سچّے مذہب کا کوئی اصول یا بیان خلافِ عقل ہو اور نورِ عقل غیر جانبدارانہ پرکھ کے بعد اس کو رد کر دے۔

اس تمہید کے بعد اب مَیں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

الوہیتِ مسیح کا عقیدہ عیسائیوں کے نظریہ الوہیت کا ایک اہم جزو ہے اسلئے پہلے عیسائیوں کا یہ تصوّر اور نظریہ سمجھ لینا ضروری ہے۔

مختصراً یہ کہ عیسائیوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات تین ہستیوں یا ایک ہی ہستی کے تین کامل اور مکمل گوشوں یا زاویوں پر مشتمل ہے جن کو وہ اقنوم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک باپ کہلاتا ہے دوسرا بیٹا اور تیسرا روح القدس۔ یہ تینوں اقنوم گو باہم مل کر ایک مالک الکل ذات بنتے ہیں تاہم علیحدہ علیحدہ بھی خدائی کی تمام صفات سے متّصف ہیں گویا ان میں سے ہر ایک فی ذاتہٖ بھی ایک کامل خدا ہے اور تینوں باہم مل کر بھی کامل خدا ہیں۔ اس فلسفیانہ تصوّر کا نام انہوں نے کثرت فی الوحدت رکھا ہے۔

ان تین اقانیم میں سے ایک اقنوم یعنی بیٹے نے آج سے قریباً دو ہزار سال پہلے ایک کنواری عورت مریم نامی کے پیٹ میں جو بیت المقدس میں بطور راہبہ رہائش پذیر تھی ایک عام بچے کی طرح استقرار پکڑا اور حسبِ معمول نو ماہ کے بعد پیدا ہو کر ایک انسان کی طرح اس دنیا میں آیا تیس سال کی عمر میں اس نے اپنے مخفی بھید کو ظاہر کرتے ہوئے اپنے خدا ہونے کا اعلان کیا اور یہود کو تبلیغ کرتا رہا۔ تین سال کے بعد یہودیوں کی شرارت سے صلیب پر چڑھا کر مارا گیا جس کے سبب سے وہ (نعوذ باللہ) لعنتی ٹھہرا۔ تین دن قبر میں رکھا گیا اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان کی طرف اٹھایا گیا جہاں اپنے باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھا ہے۔

یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آدم کے ابتدائی گناہ نے ساری کی ساری نسلِ آدم کو گنہ گار بنا دیا تھا اور پھر انسانوں نے خود بھی گناہ کر کے اپنے آپکو مستوجب سزا بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ کا عدل تقاضا کرتا ہے کہ ہر گناہ کی سزا دی جاوے اور کوئی گناہ بے سزا نہ چھوڑا جائے اس لئے ساری نسلِ انسانی کے لئے عذاب لازمی ٹھہرا لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انتہائی محبت کرنے والا بھی ہے اور رحیم بھی ہے اس لئے اس کے رحم کا تقاضا ہے کہ کسی طرح یہ بندے اس کے عذاب سے بچ جائیں۔ ان دو متضاد تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ ترکیب نکالی گئی کہ اقنوم ثانی تجسّم اختیار کر کے کامل انسان بن گیا اور مصلوب ہو کر اس نے تمام بنی آدم کے گناہ اپنے اُوپر لے لئے اور خود لعنتی ہو کر تین دن تک ان کے گناہوں کی سزا بھگتتا رہا۔ اور اس طرح مخلوقِ خدا گناہ کے مواخذہ سے رہائی پا گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کا تقاضائے عدل بھی پورا ہو گیا اور تقاضائے رحم بھی۔

اگر اس پیچ در پیچ اور انوکھے تصوّر کی ایک کڑی بھی غلط ثابت کر دی جاوے تو سارے کا سارا عقیدہ باطل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مختلف کتب میں اس عقیدے کو مختلف پہلوؤں سے غلط ثابت کیا ہے۔

اس عقیدے کی ایک اہم کڑی اقنوم ثانی کی اس دنیا کی زندگی ہے اقنوم ثانی کا اپنے اوپر گناہ لے کر بنی نوع انسان کو آزاد کر دینا اس بات کو لازم قرار دیتا ہے کہ یہ اقنوم کامل انسان ہو جس طرح دوسرے عام انسان ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ صرف ایک انسان ہی دوسرے انسانوں کے گناہوں کی سزا اُٹھا سکتا ہے دوسرا کوئی نہیں اُٹھا سکتا ورنہ اس سے تقاضائے عدل پورا نہ ہو سکے گا۔ اس لئے ان کے عقیدے کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کامل بشر تھے لیکن چونکہ ابتداءً اور حقیقتاً وہ اقنوم ثانی تھے جو انسان کی شکل میں متجسّم ہوا تھا اس لئے وہ ایک پہلو سے کامل خدا بھی تھے نتیجۃً عیسائیوں کے تصوّرِ الوہیت کے لحاظ سے یہ ماننا لازم ہوا کہ مسیح علیہ السلام ایک ہی وقت میں کامل خدا بھی تھے اور کامل بشر بھی۔

دنیا کی چیزوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز کی ہزاروں صفات یا حالتیں ہوتی ہیں مثلاً ایک کپڑا کالا بھی ہو سکتا ہے اور سفید بھی نیلا بھی اور سُرخ بھی اور اس طرح کے بیسیوں رنگوں میں رنگا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وہی کپڑا ملائم بھی ہو سکتا ہے اور کھردرا بھی۔ موٹا بھی ہو سکتا ہے اور باریک بھی۔ خوبصورت بھی ہو سکتا ہے اور بھدّا بھی۔ پھر یہ بات بھی ہمارے مشاہدے میں آتی ہے کہ ان میں سے بعض صفات ایک ہی وقت میں ایک کپڑے میں جمع ہو سکتی ہیں مثلاً ایک کپڑا سفید بھی ہو سکتا ہے اور ملائم بھی اور ان دونوں صفات کا ایک ہی وقت میں ایک ہی کپڑے میں جمع ہو جانا کوئی بعید از عقل بات نہیں۔ لیکن بعض صفات یا حالتیں ایسی ہیں جو بیک وقت جمع ہو ہی نہیں سکتیں۔ مثلاً ایک ہی کپڑا ایک ہی وقت میں کالا اور سفید نہیں ہو سکتا یا کالا ہو گا یا سفید۔ یا وہ موٹا ہو گا یا باریک اور یا وہ نرم ہو گا یا کھردرا۔

اسی طرح مثلاً انسانوں میں سے بچّے بھی ہوتے ہیں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور جوان بھی۔ لیکن ایک انسان ایک ہی وقت میں یا بچّہ کہلا سکتا ہے یا بوڑھا کیونکہ بچّہ ہونے کی شرائط بوڑھا کہلانے کی شرائط کی نقیض اور مدِ مقابل ہیں۔

اس طرح انسان یا عالم کہلا سکتا ہے یا جاہل۔ ایک ہی وقت میں کسی میں عالم ہونے کی حالت اور جاہل ہونے کی حالت جمع نہیں ہو سکتی۔

اس قسم کی اور ہزاروں مثالیں اور حالتیں بیان کی جا سکتی ہیں۔ اسی اصول پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے نظریہ الوہیت کو پرکھتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ اگر مسیح علیہ السلام خدا تھے تو وہ انسان نہیں ہو سکتے اور اگر وہ انسان تھے تو خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ خدا ہونے کی حالت اور انسان ہونے کی حالت ایک دوسرے کی نقیض ہونے کی وجہ سے ایک ہستی میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات قرآنِ مجید میں یوں لکھی ہیں:-

الحمد للّٰہ ربّ العالمین۔ الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو الحی القیوم لا تأخذہٗ سنۃٌ ولا نوم لہٗ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الّا باذنہٖ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیءٍ من علمہٖ الّا بما شآء وسع کرسیّہ السمٰوٰت والارض ولا یئودہٗ حفظھما وھو العلیّ العظیم۔ ھو خالق کل شیءٍ۔ وھو الخلّاق العلیم۔ ھو القاھر فوق عبادہٖ الملک القدّوس السّلام المؤمن المھیمن العزیز الجبّار المتکبّر۔ ھو اللّٰہ الخالق البارئ المصوّر لہ الاسماء الحسنٰی۔ قل ھو اللّٰہ احد۔ اللّٰہ الصّمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہٗ کفوًا احد۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان آیات کی یوں تشریح کی ہے:-

حقیقی وجود اور حقیقی بقا اور تمام صفات حقیقیہ خاص خدا کے لئے ہیں اور کوئی ان میں اس کا شریک نہیں۔ وہی بذاتہٖ زندہ ہے اور باقی تمام زندے اس کے ذریعے سے ہیں اور وہ اپنی ذات سے آپ قائم ہے اور باقی تمام چیزوں کا قیام اس کے سہارے سے ہے۔ اور جیسا کہ موت اس پر جائز نہیں ایسا ہی ادنیٰ درجہ کا تعطّلِ حواس بھی جو نیند اور اونگھ سے ہے وہ بھی اس پر جائز نہیں مگر دوسروں پر جیسا کہ موت وارد ہوتی ہے نیند اور اونگھ بھی وارد ہوتی ہے۔ جو کچھ تم زمین میں دیکھتے ہو یا آسمان میں وہ سب اسی کا ہے اور اسی سے ظہور پذیر اور قیام پذیر ہے۔ کون ہے جو بغیر اس کے حکم کے اس کے آگے شفاعت کر سکتا ہے وہ جانتا ہے جو لوگوں کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے یعنی اس کا علم حاضر اور غائب پر محیط ہے اور کوئی اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتا لیکن جس قدر وہ چاہے اس کی قدرت اور علم کا تمام زمین و آسمان پر تسلّط ہے، وہ سب کو اٹھائے ہوئے ہے یہ نہیں کہ کسی چیز نے اسکو اٹھا رکھا ہے اور وہ آسمان اور زمین اور ان کی تمام چیزوں کے اٹھانے سے تھکتا نہیں اور وہ اس بات سے بزرگ تر ہے کہ ضعف و ناتوانی اور کم قدرتی اس کی طرف منسوب کی جائے۔ وہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرّہ ذرّہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کی پاداش میں ان کے لئے سامانِ راحت میسّر کرتا ہے۔ وہ نیک عملوں کی نیک جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا وہ ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اس کا ایسا کوئی کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔ وہ بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ نہیں۔ وہ تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو اس کے بدنمونے کو دیکھ کر کس طرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دے گا وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کا بنانے والا ہے اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے وہ جسموں کا پیدا کرنے والا اروحوں کا بھی پیدا کرنے والا۔ رحم میں تصویر کھینچنے والا ہے تمام نیک نام جہاں تک خیال میں آ سکیں سب اس کے نام ہیں۔

اس کے مقابل پر جب ہم انسان کے قویٰ اور صفات پر نظر کرتے ہیں تو ان میں سے کوئی صفت اور حالت بھی ہمیں اس میں دکھائی نہیں دیتی بلکہ ہم انسان کو مخلوق۔ بے علم۔ ضعیف و کمزور اور محتاج اور بے ہمت اور اونگھ نیند اور پھر موت کا مورد دیکھتے ہیں۔

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جاتے کہ کیا حضرت مسیح علیہ السلام سے خدائی کی صفات ظہور میں آئیں یا ان کے خدائی کے کام سرزد ہوئے یا نہیں اور انجیل انکے بارے میں کیا بیان کرتی ہے۔ ہم اس وقت اس دلیل کو صرف یہاں تک محدود رکھتے ہیں کہ ایک ہی روح میں بیک وقت خدائی کی صفات اور انسانی صفات کا پایا جانا عقلاً ناممکن ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام کا کامل بشر ہونا اور کامل خدا ہونا ممتنع ہے۔

آپ کے اس اعتراض کا ڈپٹی عبد اللہ آتھم نے جو اس مباحثہ میں آپ کے مقابل عیسائیوں کے نمائندہ تھے یہ جواب دیا کہ ہمارے عقیدہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم میں دو روحیں تھیں۔ ایک خدائی کی روح اور دوسری انسانی۔

روح مدبر جسم ہے تو گویا ان کے نزدیک مسیح علیہ السلام کے جسم کی مدبّر اور کنٹرول کرنے والی روحیں دو تھیں۔

غلط بنیادوں پر عقائد کی عمارت کھڑی کرنے والوں کو یہی مصیبت پیش آتی ہے کہ ایک استبعاد عقلی سے بچنے کے لئے اس سے زیادہ غیر معمولی بات کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ڈپٹی صاحب موصوف اپنے بیانات سابقہ میں حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ اور انسانوں کی تو ایک روح ہوتی ہے مگر حضرت مسیح کی دو روحیں تھیں ایک انسان کی اور ایک خدا تعالیٰ کی اور گویا حضرت مسیح کے جسم کی دو روحیں مدبّر تھیں مگر یہ امر ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا ایک جسم کے متعلق دو روحیں کیونکر ہو سکتی ہیں اور اگر صرف خدا تعالیٰ کی روح تھی تو پھر حضرت مسیح انسان بلکہ انسان کامل کن معنوں سے کہلا سکتے ہیں؟ کیا صرف جسم کے لحاظ سے انسان کہلا سکتے ہیں اور میں بیان کر چکا ہوں کہ جسم تو معرض تحلّل میں ہے چند سال میں اور ہی جسم ہو جاتا ہے اور کوئی دانشمند جسم کے لحاظ سے کسی کو انسان نہیں کہہ سکتا جب تک روحِ انسانی اس میں داخل نہ ہو۔ پھر اگر حضرت مسیح درحقیقت روحِ انسانی رکھتے تھے اور وہی روح مدبّر جسم تھی اور وہی روح مصلوب ہونے کے وقت بھی نکلی اور ایلی ایلی کہہ کر حضرت مسیحؑ نے جان دی تو پھر روحِ خدائی کس حساب اور شمار میں آئی۔ یہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا اور نہ کوئی عقلمند سمجھ سکتا ہے اگر درحقیقت روح کے لحاظ سے خدا تھے تو پھر انسان نہ ہوئے"۔

(جنگِ مقدس صفحہ ۱۱۳-۱۱۴)

حضورؑ کے اس استدلال سے نظریۂ الوہیت کا ایک بنیادی حصہ غلط ثابت ہو جاتا ہے اور اس طرح الوہیت مسیح کی ساری عمارت زمین پر آ رہتی ہے۔ وھو المطلوب۔

درخواستِ دعا

خاکسار کے والد چوہدری عبد الجلیل خان صاحب ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر تقریباً ڈیڑھ ماہ سے بعارضہ بخار صاحب فراش ہیں۔ اب ۱۷ مارچ سے فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں داخل ہیں۔ کمزوری بڑھ رہی ہے۔ احبابِ جماعت سے صحتِ کاملہ و عاجلہ کی دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار عبد الشکور جاوید
متعلم جامعہ احمدیہ۔ ربوہ

حضرت المصلح الموعودؓ کے مثیل مسیح موعود ہونے پر ایک شہادت

(حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب ربوہ)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچاس سال سے زائد عرصہ تک جماعت کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر مادرانہ محبت کے ساتھ اس کی روحانی پرورش کی ہے اور اسے حقیقت اسلام اور حقیقت قرآن سے آگاہ کیا ہے۔ حضور کے مناقب کو زیادہ تر جماعت کے علماء کرام بیان کر سکتے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و فضل سے وافر حصہ دیا ہے۔ تاہم یہ ناچیز اور ناکارہ خادم بھی جسے اللہ تعالیٰ نے حضور کی لمبے عرصہ تک خدمت کرنے کی توفیق دی ہے اس نیک کام میں حصہ لینا چاہتا ہے اس سلسلے میں میں اپنا ایک پرانا مضمون پیش کرتا ہوں جو میں نے آج سے قریباً بائیس سال پہلے تحریر کیا۔ یہ مضمون جماعت کی خاص توجہ کے لائق ہے۔ اس سے جہاں حضورؓ کے خداداد منصب پر ایک بین شہادت ملتی ہے وہاں اس بات کا بھی علم حاصل ہوتا ہے کہ حضور کے طفیل حضور کے سچے اور دیرینہ خادموں پر بھی افضالِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ اس کی ان گنت مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ حضورؓ کی توجہ خدام کو ان کی مشکلات سے نجات دلاتی اور ان کی بڑی روحانی ترقیات کا موجب بنتی تھی۔ حضورؓ کی یہ خواہش تھی کہ احباب جماعت چھوٹی چھوٹی روحانی ترقیوں پر راضی نہ ہوں۔ چنانچہ حضور بعض اوقات اپنے خدام کے بڑے بڑے کارناموں پر بھی مطمئن نہ ہوتے تھے مبادا کہ وہ ان کارناموں پر اترا جائیں۔ اور آئندہ ان سے زیادہ شاندار کارناموں کے انجام دینے سے رہ جائیں۔

اب میں اپنا ایک مضمون من و عن پیش کرتا ہوں۔ جو میں نے حضور کے مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ کرنے کے موقعہ پر لکھا تھا۔ . . . .

انا المسیح الموعود مثیلہٗ و خلیفتہٗ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کے مبارک جمعہ کے خطبہ میں اپنی ایک عظیم الشان رؤیا بیان فرمائی جو یکم فروری کے الفضل میں شائع ہو چکی ہے رؤیا بہت لمبی ہے اس کے دوران میں حضور کی زبان پر عربی میں الہام جاری ہوا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

"جس وقت میں یہ تقریر کر رہا ہوں۔ (جو خود الہامی تھی) یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری زبان سے بولنے کی توفیق دی ہے اور آپ فرماتے ہیں انا محمدٌ عبدہ و رسولہ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر ایسا ہی ہوتا ہے اور آپ فرماتے ہیں انا المسیح الموعود مثیلہ و خلیفتہ اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں تب خواب میں ہی مجھ پر ایک رعشہ کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ میری زبان پر کیا جاری ہوا۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس وقت معاً میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ مثیلہ میں اس کا نظیر ہوں۔ و خلیفتہ اور اس کا خلیفہ ہوں یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں۔"

عاجز راقم عرض کرتا ہے یہ درست ہے کہ "حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا" کا الہام مثیلہ کے معنے بیان کر دیتا ہے۔ لیکن یہ بات تو حضور کے خصائلِ طیبہ اور اعمال صالحہ آج سے تیس سال پہلے جب سے حضور تائیداتِ الٰہی سے خلیفہ ہوئے۔ ظاہر ہو رہی ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ آج نئے سرے سے انا المسیح الموعود کے الفاظ حضور کی زبان مبارک پر الہاماً جاری کئے گئے۔ اور یہ رعشہ یہ الہام کیوں ہوا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و فضل سے کوئی خاص روحانی تغیر حضور کے اندر ہوا ہے۔ اس لئے یہ کیفیت پیدا ہوئی اور شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے خلیفہ برحق ہونے کی صورت میں اعمال حسنہ کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے المسیح الموعود کا خطاب عطا فرمایا۔ اور اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ حضور کے کام وہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تھے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور کے وجود کے اندر زندہ ہو کر کام کر رہے ہیں اور مثیلہ کے لفظ نے اس بات کو واضح کیا ہے۔ کہ خود مسیح موعود علیہ السلام تو دوبارہ آ نہیں سکتے ان کا مثیل یعنی شبیہ حضور کو قرار دے دیا ہے میرے نزدیک اس کیفیت کو واضح کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل تحریر کا مطالعہ از بس ضروری ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۵۴ اور صفحہ ۲۵۵ پر فرماتے ہیں:۔

"میرے پر کشفاً ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم سے دنیا میں پھیل گئی حضرت عیسیٰ کو اس کی خبر دی گئی تب ان کی روح روحانی نزول کے لئے حرکت میں آئی اور اس نے جوش میں آکر اور اپنی امت کو ہلاکت کا مفسدہ پرداز پاکر زمین پر اپنا قائم مقام اور شبیہ چاہا۔ جو اس کا ایسا ہم طبع ہو کہ گویا وہی ہو سو اس کو خدا تعالیٰ نے وعدہ کے موافق ایک شبیہ عطا کیا اور اس میں مسیح کی ہمت اور سیرت اور روحانیت نازل ہوئی۔ اور اس میں اور مسیح میں بشدت اتصال کیا گیا۔ گویا وہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے بنائے گئے ہیں۔ اور مسیح کی توجہات نے اس کے دل کو اپنا قرارگاہ بنایا۔ اور اس میں ہو کر اپنا تقاضا پورا کرنا چاہا۔ پس ان معنوں سے اس کا وجود مسیح کا وجود ٹھہرا۔ اور مسیح کے پرجوش ارادات اس میں نازل ہوئے جن کا نزول الہامی استعارہ میں مسیح کا نزول قرار دیا گیا"

خلیفہ کا لفظ میرے نزدیک یہ بات واضح کرتا ہے۔ کہ حضور والا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے جانشین ہیں میں نے جو یہ تشریح کی ہے اس کی بنیاد میں ایک شہادت مخفی ہے اور وہ اس طرح پر کہ ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے ماہ رمضان کی بارھویں تاریخ کو میں بعد نماز فجر سویا ہوا تھا میں نے رؤیا میں دیکھا کہ اس بات کی منادی ہو رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں (یعنی زندہ ہو کر واپس آ رہے ہیں) اس منادی کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور عاجز راقم استقبال کے لئے مسجد مبارک کے چوک میں پہنچے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بجز ہم دونوں کے اور کوئی موجود نہیں اسی اثناء میں نظر آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شمال سے تشریف لا رہے ہیں اور حضور کے چہرے پر سفید نقاب ہے جب حضور اس مقام پر پہنچے جو حکیم قطب الدین صاحب کے مطب کے سامنے ہے تو حضور نے چہرہ مبارک پر سے نقاب اٹھا دیا۔ اس وقت حضور کا چہرہ مبارک ایسا منور نظر آیا جس کی مثال بیان نہیں کی جا سکتی۔ تھوڑے سے توقف کے بعد پہلے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضور سے مصافحہ کیا۔ پھر اس عاجز نے کیا۔ حضور پُرنور نے میرے ہاتھ کو کچھ زیادہ دیر تک ہاتھ میں تھامے رکھا۔ اسی اثناء میں مجھے کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ حضور کی شکل حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی سی ہو رہی ہے اور ساتھ ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب لاہور میں تھے وہ تندرست ہو کر آئے ہیں مگر یہ خیال زیادہ غالب نہ ہوا تھا کہ آنکھ کھل گئی یہ عجیب بات ہے کہ اس رؤیا میں بھی کچھ تعلق لاہور کا پایا جاتا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو بھی انا المسیح الموعود کا الہام لاہور میں ہوا ہے گویا لاہور سے مسیح موعود آ رہے ہیں۔

اس رؤیا کے وقت میری خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی میرا جسم اس وقت خوشی کی وجہ چارپائی پر اچھل رہا تھا۔ گویا چارپائی سے گرنے کو تھا۔ اس وقت کی خوشی کا اندازہ بجز اس مثال کے نہیں لگایا جا سکتا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت غم اور اندوہ پہنچا تھا اور جو شدت اس کی تھی اس کے مقابل کی اتنی ہی خوشی معلوم ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے دن عاجز راقم لاہور میں تھا

اور میرا خیال ہے کہ حضور کی وفات کا صدمہ مجھے سخت صدمہ ہوا۔

میرے خیال کو ہر کوئی درست سمجھے گا جب کہ میری اس وقت کی حالت سامنے رکھے گا۔ میں اس وقت ایک نہایت مسکین طالب علم تھا جس کا لاہور جیسے بڑے شہر میں کوئی واقف نہ تھا۔ رات کے بسیرے کے لئے جگہ نہ رکھتا تھا۔ گھر (پٹیالہ) سے آئے چند ہفتے گزرے تھے میں اپنے گھر سے اپنے دل کے تین زخم لے کر آیا تھا یعنی مئی ۱۹۰۷ء میں میری پہلی بیوی فوت ہو کر میرے دل کو غم آلود بنا گئی۔ اگست ۱۹۰۷ء میں والد صاحب فوت ہو کر جدائی کا غم اور بے کسی کے حالات چھوڑ گئے۔ شروع اپریل ۱۹۰۸ء میں میری والدہ فوت ہو گئی تھیں۔ میں غم زدہ تھا۔ بے کس تھا۔ جب کہ سب سے بڑے صدمہ کا شکار ہوا۔ یعنی ماں باپ سے پیارے کی جدائی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو دیکھنا نصیب ہوئی۔ ایسی حالت میں یہ صدمہ نہایت شدید تھا۔ ایسے صدمہ خوردہ کو اگر یہ خوشخبری دی جائے کہ اس کی گم شدہ محبوب چیز اسے واپس مل رہی ہے تو اس کی خوشی کا کیا اندازہ لگ سکتا ہے۔

میں نے یہ رؤیا دیکھی اور خدا گواہ ہے کہ دیکھی اور قدرت کے ہاتھوں نے مجھ سے اسے لکھوا دیا اور وہ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۰ء کے الفضل میں زیر عنوان حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے کس طرح کی شائع ہو چکی ہے۔ اس بنا پر میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دوبارہ آنا برحق۔ حضرت امیر المومنین کا رعشہ بر اندام ہونا برحق۔ اور حضور کا انا المسیح الموعود کہنا برحق۔ کیونکہ زندہ ہونے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۹۳۰ء میں حضور ہی سے تو ملاقی ہوئے تھے۔ یہی وجہ تو ہے کہ پیارے مسیح کا عاشق صادق خطبہ کے دوران میں ہی امنا وصدقنا پکار اٹھا اور ایسا ہونا مقدر تھا۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے خود پیارے مسیح کو اس بات کی خبر دی تھی چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا" اور فرمایا کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں" اور پھر فرمایا "اور میں اپنی چمکار دکھاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا پس میری دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے"

(فتح اسلام حاشیہ ص۲۱)

پس حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا وجود لائق صد ستائش ہے کہ وہ پیارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ دنیا میں لانے کا موجب بنا اور یہ عاجز اپنے پیارے مولا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس ناچیز کو آج سے چودہ سال پہلے حضور کا مسیح موعود ہونا دکھا دیا۔ آج تو کیا۔ اگر آج سے چودہ سال پہلے حضور انا المسیح الموعود کہتے تو عاجز اس وقت اس کی تصدیق کے لئے کھڑا ہو جاتا۔

اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے پھر کیوں آج سے چودہ سال پہلے اعلان نہ کرا دیا۔ اس میں یہ حکمت تھی کہ انہی دنوں ایک فتنہ برپا ہوا۔ جو مستریوں کا فتنہ کہلاتا ہے اس کے کچھ دنوں بعد احرار کا فتنہ برپا ہوا پھر فتنہ مصری برپا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ان ابتلاؤں میں سے گزار کر اس کے اخلاص کو مضبوط بنایا پھر تحریک جدید کی الٰہی تحریک نے قلوب میں اور مضبوطی پیدا کر دی نیز اس عرصہ میں بہت سی سچی خوابیں حضور نے بیان کیں جن میں بڑی بڑی غیب گوئیاں تھیں۔ اور وہ پوری ہوئیں۔ پھر ایک بار برسر منبر حضور نے فرمایا کہ میں احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتے دیکھ رہا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ امریکہ سے ۲۸۰۰ جہازوں کے برٹش گورنمنٹ کو ملنے کا واقعہ جماعت میں خوب مشہور رہ چکا ہے یہ رؤیا حضور کی بعینہٖ پہلے احباب کو سنا دیتے ہیں اس طرح پر لوگوں پر مشہور ہو جاتی ہے۔ پھر الٰہی تصرف کے ماتحت امریکہ۔ برٹش گورنمنٹ کو ہوائی جہاز دیتا ہے اور پورے ۲۸۰۰ نہ ایک کم اور نہ ایک زیادہ۔

جو اپنی رؤیا میں نے اوپر بیان کی ہے اس کے متعلق میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے ۱۹۳۰ء کے رمضان کی بارہ تاریخ دیکھی۔ اور اسی وقت سے ہی میرے قرآن کریم کی جلد میں خالی ورقوں میں ایک سطر پر لکھی ہوئی موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ میں یہ بھی قسم کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کے دیکھنے کے وقت میرے دل اور جسم کی حالت وہی تھی جو کہ بیان ہوئی ہے کوئی انسانی منصوبہ ایسی رؤیا چودہ سال پہلے نہیں بنا سکتا اور پھر کوئی شخص ایسی بناوٹی چیز کو قریباً چار سال پہلے شائع نہیں کر سکتا۔

پھر یہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رؤیا ایسے شخص کو دکھاتا ہے جو ۱۹۲۴ء کے سفر ولایت میں حضور کے ہمراہ تھا اور دمشق کے سفر میں بھی حضور کے ہمراہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی (کہ "مسیح موعود خود یا اس کا کوئی خلیفہ دمشق کا سفر کرے گا") کے پورا ہونے کا گواہ بنا تھا اور پھر عجیب بات ہے کہ جب کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ مسیح کا نزول دمشق کے منارۃ البیضاء کے قریب ہوگا۔ اور دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوگا۔ اس کے پورا ہونے کے وقت دو خادموں میں سے ایک خادم یہ عاجز بھی تھا۔ یعنی ایک تو مکرم خان صاحب مولوی ذوالفقار علی خان صاحبؓ تھے۔ دوسرا یہ عاجز۔ یہ کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ کہ جس روز منارہ البیضاء دمشق کے قریب نزول کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو شرح صدر ہوا کہ ہمارے اس دمشق کے سفر سے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ مسیح موعود دو فرشتوں کے کندھوں پر منارۃ البیضاء دمشق کے قریب نازل ہوگا۔ پوری ہوئی حضور کے ہمراہ بارہ خدام میں سے صرف مندرجہ بالا دو خادم حضور کے ساتھ تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد حضرت صاحب مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے تھے اور صرف ہم دونوں حضور کے سامنے جائے نماز پر بیٹھے تھے کیونکہ ہوٹل کے جس کمرہ میں نماز ادا کی گئی تھی اس میں ہم دونوں ہی ٹھہرے ہوئے تھے تیسرا کوئی نہ تھا۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو ساڑھے تیرہ سو سال کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں شریک رکھا۔ وہاں حضور کے مسیح موعود ہونے کا گواہ بننے کا بھی فخر بخشا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء، میرے نزدیک یہ تمام کام منشاء الٰہی کے ماتحت ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

میرے نزدیک حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے مسیح ہونے کا وہی وقت تھا جب کہ ۱۹۳۰ء میں عاجز راقم نے یہ رؤیا صادقہ دیکھی اس وقت حضرت محمود ایدہ اللہ کی عمر ۴۰ سے کچھ اوپر ہو چکی تھی۔ یعنی روحانی بلوغت کو پہنچ چکی تھی دوسرا ثبوت اس امر کا یہ ہے کہ یہ رؤیائے صادقہ دیکھنے کے کچھ دنوں بعد جب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو سنائی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ڈاکٹر صاحب میرے لئے بھی دعا کرو کہ میں بھی انسانوں میں داخل ہو جاؤں چنانچہ اس کے کچھ دنوں بعد حضرت مرزا صاحب نے بیعت کر لی (دیکھو الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۴۰ء)

میرے نزدیک یہ ایک واضح ثبوت اس امر کا ہے کہ حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ہو چکے اور اپنے والد کے رنگ میں رنگین ہو چکے تھے تب ہی تو بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ پر مکمل استسلام کر لیا جب کہ ان میں اپنے والد کی شکل نظر آئی۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

ہوئے ہم یہ محروم کس روشنی سے؟

(مبشر خورشید صاحب راولپنڈی)

جو لب چور رہتے تھے ہر دم خوشی سے
نہیں ہیں وہی آشنا اب ہنسی سے

جو ہونٹوں پہ ہر آن تھے رقصاں ہمارے
وہی قہقہے اب ہوئے اجنبی سے

یہ کیوں چھا گئے ہیں گھٹاؤں کے بادل؟
ہوئے ہم یہ محروم کس روشنی سے؟

زمانے کی تھیں رونقیں کس کے دم سے؟
ہوا یہ جہاں سونا کس کی کمی سے!

ہر اک قلب مضطر ہر اک آنکھ پرنم
نہیں رنج و غم تیرا بڑھ کر کسی سے

سنائی تھی ہر دم انہیں یاد جس کی
وہ ملنے گئے آج ہیں اس نبیؐ سے

وہ زندہ تھے زندہ ہیں زندہ رہیں گے
حیات ان کی وابستہ ہے احمدؐ سے

نائیجیریا کا ایک مشہور مسلمان قبیلہ
فولانی

مغربی افریقہ میں شاید ہی کسی قبیلے کی تاریخ فولانیوں کی طرح شاندار ہو۔ ویسے تو چھوٹے بڑے قبائل نے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں۔ لیکن ان میں سے بیشتر کی تاریخ کسی ایک علاقے تک محدود رہی ہے اس کے برعکس فولانیوں کی تاریخ مغربی افریقہ کے بڑے حصہ پر مشتمل ہے۔ فولانی ایک غیر حبشی نسل ہے۔ ان کا رنگ اور روپ رنگ سے زیادہ ان کے خدوخال اس خیال کی تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ حبشی باشندوں کے ساتھ صدیوں تک شادی بیاہ کرنے سے ان کی بہت سی نسلی خصوصیات ختم ہو گئی ہیں۔ پھر بھی ان کی امتیازی حیثیت قائم ہے۔ خاص طور پر خانہ بدوش فولانی اور سینی گال وگنی کے وہ فولانی باشندے جنہوں نے حبشی قبائل سے رشتے ناطے قائم نہیں کئے۔ ان کے نقشے بہت اچھے ہیں۔ فولانی عورتیں اپنی خوبصورتی کی وجہ سے خاص طور پر مشہور ہیں۔ ایک مغربی مصنف نے اپنے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر لکھا ہے کہ "ایک فولانی عورت میں خوبصورتی، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حیا، شرم اور خود اعتمادی کا جو حسین امتزاج پایا جاتا ہے وہ دنیا میں ہر جگہ نہیں ملے گا۔"

اخلاق وعادات کے لحاظ سے خالص فولانی بڑے سنجیدہ اور بردبار ہوتے ہیں وہ سب کے سامنے کھانا کھانا معیوب سمجھتے ہیں حتیٰ کہ شوہر بیوی کے سامنے بھی کھانا نہیں کھاتا۔ بیٹا باپ کے چہرے پر نظر نہیں جا سکتا۔ اور باپ لوگوں کے سامنے بچوں کی موجودگی تسلیم نہیں کرتا۔

فولانیوں کے نائیجیریا اور صحرائے اعظم کے جنوب میں داخل ہونے کے متعلق مختلف روایات ہیں عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ یہ بالائی مصر سے آئے اور سترھویں صدی میں نائیجیریا میں داخل ہوئے۔ اور پھر سینیگال اور نائیجیریا میں پھیل گئے۔ پندرھویں صدی تک فولانیوں کی اکثریت مسلمان ہو چکی تھی۔ اٹھارھویں صدی کے آخری ربع میں وہ گنی کے پہاڑی علاقوں میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ تقریباً اسی زمانے میں سینیگال کے مشرقی حصے فوتا تورو، اور نواحی علاقوں میں دوسری اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیکن فولانیوں نے اپنی تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی تقریباً

نصف صدی بعد نائیجیریا میں حاصل کی

مذہبی اور سیاسی قیادت

تھوڑے ہی عرصے میں شمالی نائیجیریا کی مذہبی قیادت کے ساتھ ساتھ سیاسی قیادت بھی فولانیوں کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس انقلاب کا قائد عثمان دان فودیو تھا جو گوبر ریاست کی ایک عظیم شخصیت تھا۔ انہوں نے مالکی عقائد کے مطابق جو عموماً سارے مغربی افریقہ کا فقہی مذہب ہے۔ تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد اپنی ریاست کے غیر مسلمان حکمران سے ٹکر لے کر چھ سال کی جنگ جیت لی اور پھر اردگرد کی دوسری ریاستوں کو مسخر کرنے کے بعد ایک اسلامی مملکت کی بنیاد ڈال دی شمالی نائیجیریا کے مرحوم وزیر اعظم احمد وبیلو جنہیں حال ہی میں فوجی انقلاب میں گولی کا نشانہ بنا دیا گیا ہے فولانی قبیلے ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ مرحوم اتحاد اسلامی کے مستعد اور بہت بڑے داعی تھے۔

پورے مغربی افریقہ میں فولانیوں کی تعداد ستر لاکھ کے قریب ہے۔ جن میں سے تقریباً نصف نائیجیریا میں ہیں۔ نائیجیریا میں فولانی یا تو حکمران اور علماء کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں یا گلہ بانی کرتے ہیں۔ نائیجیریا کے تقریباً پانچ لاکھ فولانی خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے ہیں۔ کچھ عرصے قبل تک ان خانہ بدوشوں کی اکثریت غیر مسلم تھی۔ اب یہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

فولانی باشندے افریقہ میں اسلام کے سب سے اچھے مبلغ ہیں۔ انہوں نے سینیگال گنی، مالی، نائیجیریا اور کیمرون میں سیاسی اقتدار حاصل کیا انکی کوششوں سے بہت سے غیر مسلم قبائل نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

نائیجیریا میں فولانیوں نے جس طرح اسلام کو فروغ دیا اسی طرح کیمرون میں بھی اسلام کی توسیع واشاعت فولانیوں کے ذریعے ہی سے ہوئی۔ مملکت چاڈ کے علاقے بیگرمی میں بھی اسلام کے اولین علمبردار یہی فولانی باشندے تھے۔

وہ پیغمبر اسلام کے احکام اور فرامین کو ہر جگہ مقدس اور محترم جانتے ہیں اور یہ احکام فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے مختلف بستیوں میں مکتب قائم کر دئے ہیں جہاں مسلمان بچوں کے ساتھ ساتھ مظاہر پرست بھی قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

(امروز ۱۴ مارچ ۱۹۶۶ء)

امتحانات اطفال الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ
قائدین اور مجالس اطفال الاحمدیہ فوری توجہ فرمائیں

حسب قاعدہ امسال بھی اطفال الاحمدیہ کے سالانہ امتحانات ۱۳ مئی بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"قوموں کی ترقی نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

اس غرض کے لئے مجالس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کا قیام آپ نے فرمایا تھا حقیقت بھی یہی ہے کہ بچپن میں سیکھی بات ذہنوں پر نقش ہو جاتی ہے اور اس زمانہ میں حاصل کیا ہوا علم عمر کے آخری زمانہ تک کام آتا ہے اس عمر میں نئی باتوں کے معلوم کرنے کا شوق بہت ہوتا ہے اور اسی شوق کی وجہ سے بچے مشکل امور بھی یاد کر لیتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بے فکری کی وجہ سے ذہن پر کوئی بوجھ نہیں ہوتا اور ذہن علم سیکھنے کے لئے بالکل تیار ہوتا ہے۔ اگر بچوں کی یہ طبعی خواہش پوری نہ کی جائے تو طبعاً وہ غلط راہوں کو اختیار کر کے برائی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ آجکل جو بچوں کی نافرمانی کی شکایات عموماً والدین کو پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے اور اسی سے مسلمان بچے قرآن خوانی کی بجائے گلیوں میں فلمی گانے گاتے پھرتے ہیں اور بڑے ہو کر ایسے نام نہاد مسلمان مساجد میں سربسجود ہونے کی بجائے عشرت کدوں میں رنگ رلیاں منانے لگ جاتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ صرف اور صرف علوم دینیہ سے ناواقفیت اور معرفت کی کمی ہے۔ کاش ہم عبرت حاصل کریں اور آئندہ نسلوں کو غلط راہ سے بچانے کی کوشش آج سے ہی شروع کر دیں۔ اسلامی علوم بچوں کے ذہنوں میں راسخ کر دیں۔

اس غرض کے لئے ہی یہ امتحانات لئے جا رہے ہیں۔ دفتر مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ سے کتب "کامیابی کی راہیں" حاصل کر کے تعلیمی کلاسوں کے ذریعہ سے یا گھروں میں درس وتدریس کے ذریعے سے اپنے بچوں کو یاد کروا دیں۔

(مہتمم اطفال)

تقریب شادی

مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۶۶ء کو پسرم ملک سیف اللہ خان کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ عزیز کا نکاح محترم مکرم مولانا جلال الدین شمس صاحب نے ۱۲ دسمبر ۱۹۶۵ء کو بعد نماز فجر درس القرآن مسجد مبارک ربوہ میں دو ہزار روپے حق مہر پر حمیدہ بیگم صاحبہ بنت شیخ محمد علی صاحب انبالوی حال سندھ کا جو ہیڈ کا نہ پڑھا تھا۔ اسی دن شام کو برات واپس ہو کر آ گئی بزرگان سلسلہ واحباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے ہر لحاظ سے خیر وبرکت کا موجب بنائے۔ آمین

ملک نصر اللہ خان ۱۲۲ ڈونگ روڈ لاہور

هو الشافی

بے بی ٹانک (BABY TONIC)

بچوں کی مندرجہ ذیل تکالیف میں بہت مفید ہے۔

بے کمزوری اور سوکھا پن ۲ بد ہضمی ۳ دانت نکالنے کی تکالیف ۴ مٹی کھانے کی عادت

بڑی شیشی ۳ روپے چھوٹی سوا دو روپیہ نوچہ ڈاک کو زیادہ درجن یا زیادہ پر ۲۵ فیصد کمیشن

ڈاکٹر راجہ ہومیو اینڈ کمپنی لاہور ربوہ

پاکستان ویسٹرن ریلوے

نوٹس نیلام

مندرجہ ذیل مختلف پانچ کیٹرنگ کنٹریکٹ ۲۰ اپریل ۱۹۶۶ء کو ۱۰ بجے صبح ریلوے ٹرانسپورٹ ہال نکلسن روڈ لاہور میں بذریعہ نیلام فروخت ہوں گے۔

(۱) ۱۱ اپ / ۱۲ ڈاؤن پر کراچی شہر سے پشاور چھاؤنی کے درمیان

۳ اپ / چار ڈاؤن ٹرینوں پر کراچی چھاؤنی اور کوئٹہ کے درمیان لیف سروس

معہ ۱۹ اپ / ۲۰ ڈاؤن ٹرینوں پر کراچی چھاؤنی اور حیدرآباد کے درمیان لنک سروس

(ii) لودھراں۔ ٹیکسلا، سرگودھا اور داؤد خیل کے سٹیشنوں پر مغربی اور پاکستانی طرز کے ریفرشمنٹ روم

۲۔ نیلام کی شرائط بشمول اگریمنٹ فارم کی نقل جس میں ٹھیکہ کی شرائط کو الف درج ہیں ہو کر کامیاب بولی دہندہ کو سرانجام دینے ہوں گے۔ اطلاعات جن میں ریلوے ایڈمنسٹریشن کی طرف سے منظور شدہ نرخناموں کی فہرست بھی ہے، چیف کمرشل منیجر پی ڈبلیو ریلوے لاہور سے ۱۲ اپریل ۱۹۶۶ء کو ایک بجے دوپہر تک بادائیگی ۱۰ روپے فی کاپی۔ فی کنٹریکٹ دستیاب ہو سکتے ہیں۔ درخواستوں کے لئے نیلام کی شرائط اور ایگریمنٹ فارم میں واضح طور پر لکھنا ہوگا۔

۳۔ خواہشمند فرم / شخص جو کہ نیلام میں حصہ لینا چاہتے ہوں یہ نوٹ کر لیں کہ انہیں نیلام کی شرائط کے مطابق ۱۸ اپریل ۱۹۶۶ء کو ۱۰ بجے صبح تک ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن کے پاس ۱۰۰ روپے بطور زر بیعانہ جمع کرانا ہوگا۔ اور مالی حالت کا ایک دستاویزی ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

چیف کمرشل منیجر

ڈی ۱۱(۱) ۱۸۲

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے وصال پر "صدق جدید" کا تعزیتی نوٹ

"قرآن و علوم قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں امام جماعت احمدیہ نے کیں اُن کا صلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے"

"قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی بلند و ممتاز مرتبہ ہے"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی نے اپنے اخبار "صدق جدید" لکھنؤ کی ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء کی اشاعت میں جو تعزیتی شذرہ سپرد قلم فرمایا وہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ڈاک کی ترسیل کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد اب موصول ہوا ہے۔ اس میں مولانا موصوف نے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کی عظیم الشان اسلامی اور علمی خدمات پر نہایت زوردار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ مولانا رقمطراز ہیں:-

"**امام جماعت احمدیہ کا انتقال۔** کراچی سے خبر شائع ہوئی ہے کہ جماعت احمدی (قادیانی) کے امام مرزا بشیر الدین محمود کا ۸ نومبر کو ربوہ میں انتقال ہو گیا۔ جہینوں کیا برسوں سے سخت بیمار چلے آتے تھے اور یہ طویل اور شدید بیماری کلمہ گو کے لئے بجائے خود گناہوں کو دھونے والی اور ان کا کفارہ کر دینے والی ہے۔ دوسرے عقیدے اُن کے جیسے بھی ہوں قرآن و علوم قرآنی کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا صلہ اللہ انہیں عطا فرمائے اور ان خدمات کے طفیل میں ان کے ساتھ عام معاملہ درگذر کا فرمائے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے"۔

(اخبار صدق جدید۔ لکھنؤ جلد ۱۵ نمبر ۵۱ - ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء)

جامعہ احمدیہ میں سالانہ تقریری مقابلے

الجمعیۃ العلمیہ
بالجامعۃ الاحمدیہ

کے زیر اہتمام مورخہ ۲۲-۲۳، ۲۴ مارچ بوقت ۴ بجے جامعہ احمدیہ کے ہال میں بالترتیب انگریزی، اردو اور عربی میں سالانہ تقریری مقابلہ جات ہوں گے۔ تمام اہل علم احباب سے درخواست ہے کہ وہ تشریف لاکر طلباء کی حوصلہ افزائی فرمائیں۔

محمد علی بھروانہ
نائب الرئیس الجمعیۃ العلمیہ

---

۵۰ میل سائیکل ریس کا مقابلہ

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام مورخہ ۱۸ مارچ کو ۵۰ میل سائیکل ریس ربوہ تا سرگودھا کا مقابلہ کروایا گیا۔ جس میں مجلس مقامی کے دس خدام نے حصہ لیا۔ اول دوم اور سوم آنیوالے خدام نے حسب ذیل وقت میں فاصلہ طے کیا

۱۔ صالح محمد صاحب دارالنصر غربی اول و مجید احمد صاحب گولبازار ۲-۷ گھنٹے منٹ

۲۔ محمد شریف صاحب دارالرحمت شرقی د دوم ۳-۴۰

۳۔ عبدالحمید پرویز گولبازار سوم ۳-۱۵

گذشتہ سال اول آنے والے خادم نے یہ فاصلہ ۳ گھنٹے ۱۰ منٹ میں طے کیا تھا۔ (ناظم صحت جسمانی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)

ملک کی سالمیت اور آزادی کے تحفظ کیلئے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنا چاہئیے

مسلم لیگ کونسل سے صدر ایوب کا خطاب

ڈھاکہ ۱۹ مارچ۔ صدر محمد ایوب خاں نے کہا ہے کہ ملک کی آزادی اور سالمیت کے تحفظ کے لئے ہمیں ہر قسم کی صورت حال حتیٰ کہ خانہ جنگی کا سامنا کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے انہوں نے پاکستان مسلم لیگ کونسل کے آخری اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خانہ جنگی کے نتائج ہمیشہ ہولناک ہوتے ہیں لیکن جو لوگ قومی اتحاد کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کے ہر چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

صدر نے کہا حکومت ملک کے اتحاد کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش برداشت نہیں کرے گی اگر ضرورت پڑی تو ہتھیاروں کی زبان استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ عوام کو گمراہ ہونے سے بچانے کے لئے مسلم لیگ کو خاص طور پر کام کرنا ہوگا۔

صدر ایوب نے کہا امریکہ کے اتحاد کے لئے بھی خطرہ پیدا ہوا تھا آج سے سو سال پہلے اسکی جنوبی ریاستوں نے الگ ہونے کی کوشش کی۔ اگر چیلنج قبول نہ کیا جاتا تو آج ایک امریکہ کی جگہ ۵۰ ملکوں

اگرچہ خانہ جنگی میں لاکھوں لوگ مارے گئے تاہم اس سے ملک کا شیرازہ برقرار رہا۔ ہمارے ہاں بھی آج ایسا ہی مسئلہ کھڑا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جیسا امریکہ میں سو سال پہلے پیدا کیا گیا۔

صدر ایوب نے کہا صرف مسلم لیگ ہی ملک گیر تنظیم ہے مخالف جماعتوں کے پاس کوئی قومی پروگرام نہیں ہے اپنے مشرقی پاکستان کے دورہ کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ لوگوں میں ڈسپلن پایا جاتا ہے یہ بڑی خوشی کی بات ہے ملک کو سنگین معاشی مسائل کا سامنا ہے اگر صحیح رہنمائی ملے تو عوام لوگ ملک کی ترقی کے لئے بڑا

کام کر سکتے ہیں۔ اگر ترقی کی موجودہ رفتار جاری رہی تو ہمارا مستقبل بڑا شاندار ہوگا۔

ہوشیار پور میں بلوائیوں نے میونسپلٹی کا دفتر جلا دیا

امرتسر لدھیانہ اور جالندھر میں بدستور کرفیو نافذ ہے

نئی دہلی ۲۱ مارچ۔ مشرقی پنجاب میں کشیدگی بدستور باقی ہے۔ آل انڈیا ریڈیو کی اطلاع کے مطابق کل ہوشیار پور سے بیس میل دور بلوائیوں نے ایک میونسپل کمیٹی کے دفتر کو نذر آتش کر دیا۔ ادھر سرکاری حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ حالات معمول پر آ رہے ہیں وزیر داخلہ مسٹر نندہ نے جن سنگھ اور آریہ سماج کے لیڈروں سے موجودہ صورت حال پر کل بھی صلاح مشورہ کیا۔

ادھر مشرقی پنجاب میں صورت حال بدستور کشیدہ ہے۔ شہروں میں گو صورت حال جزوی طور پر معمول پر آگئی ہے۔ لیکن اب ہندو سکھ فسادات کی آگ دیہی علاقوں میں پھیل گئی ہے۔ سنسر کی کڑی پابندیوں کے باوجود جو خبریں یہاں پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوا ہے کہ ہوشیار پور سے چوبیس میل دور دھیر کی میونسپل کمیٹی کے دفتر کو آگ لگا دی گئی میونسپل کمیٹی کا تمام ریکارڈ جلا دیا گیا۔ متعدد دیگر علاقوں سے توڑ پھوڑ اور آتش زنی کی وارداتوں کی اطلاعات بھی ملی ہیں۔

ایک اور اطلاع کے مطابق پرتاپ کے ایڈیٹر ویریندر اور ملاپ کے ایڈیٹر رنبیر کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ان کے خلاف پنجابی صوبہ کے متعلق اشتعال پھیلانے کا الزام ہے۔ دونوں اخبارات کے دو شمارے بھی ضبط کر لئے گئے ہیں۔ جن میں پنجابی صوبے اور فسادات کے بارے میں خبریں چھپی ہیں۔